ISSN Online: 3006-4708
SOCIAL SCIENCE REVIEW ARCHIVES ISSN Print: 3006-4694
https://policyjournalofms.com

سیاق، بین المتونی تعلقات اور قرآنی آیات کی تفسیر: منتخب آیات کا منہجی مطالعہ

Context, Intertextuality, and the Interpretation of Qur'anic Passages: A Methodological Study of Selected Verses

Dr. Waleed Khan[1], Mohsin Ali[2], Dr. Muhammed Abid Nadeem[3]

[1] Lecturer, Institute of Arabic & Islamic Studies, GC Woman university Sialkot. Email: waleedkhan764110.wk@gmail.com
[2] PhD scholar NCBA & E. Email: mohsinalihayat335544@gmail.com
[3] Associate Professor, Department of Arabic and Islamic Studies, GC University Lahore. Email: muhammadabid36@hotmail.com, dr.mabidnadeem@gcu.edu.pk

DOI: https://doi.org/10.70670/sra.v3i3.2676

Abstract

This study examines the interplay between context (siyāq) and intertextual relations (taʿalluqāt bayna al-nuṣūṣ) in the interpretation of Qur'anic passages, and evaluates the adequacy of each as an exegetical principle. Starting from the observation that much controversy surrounding certain verses arises from reading them in isolation from their literary, historical and canonical settings, the article first reconstructs the classical Islamic theory of context developed by al-Shāfiʿī, al-Ṭabarī, al-Shāṭibī and Ibn al-Qayyim. It then relates this theory to the doctrine of coherence (munāsaba and naẓm) articulated by al-Zarkashī, al-Suyūṭī and al-Biqāʿī and, in the modern subcontinent, by Ḥamīd al-Dīn al-Farāhī and Amīn Aḥsan Iṣlāḥī. A comparative section engages the Western theory of intertextuality associated with Julia Kristeva, Mikhail Bakhtin and Gérard Genette, and argues that although the two traditions share an anti-atomistic orientation, they differ fundamentally in their conceptions of authorship, textual unity and the relation between text and history. Following a thesis–evidence–counter-argument–synthesis structure, the study proposes an integrated five-level framework, moving from linguistic and syntactic context through verse and sūra context and canonical intertextual relations to historical-situational context and synthesis, and applies it to three selected passages: Q 2:256 (no compulsion in religion), Q 9:5 (the so-called "verse of the sword"), and Q 5:51 read together with Q 60:8 (the question of walāya, or alliance). The analysis shows that interpretations which isolate these verses tend toward either apologetic minimalism or militant maximalism, whereas a layered contextual reading yields determinate and coherent meanings consistent with the classical tradition's principles. The article also addresses the limits of the approach, noting the risks of over-contextualisation in historicist readings such as that of Naṣr Ḥāmid Abū Zayd, and the safeguard offered by the legal maxim that consideration is given to generality of wording. It concludes that context and intertextuality are complementary, mutually corrective instruments.

Keywords: Qur'anic Exegesis, Context (Siyāq), Intertextuality, Coherence (Naẓm), Hermeneutics

تعارف

قرآنِ مجید کی تفسیر کی پوری تاریخ بنیادی طور پر فہمِ نص کے منہج کی تاریخ ہے۔ جب بھی کسی آیت کو اس کے لفظی ماحول، نظمِ سورت اور تاریخی پس منظر سے کاٹ کر پڑھا گیا تو تعبیر میں اضطراب پیدا ہوا، اور جب اسے اس کے سیاق و سباق اور دیگر نصوص کے ساتھ مربوط رکھ کر سمجھا گیا تو معنی میں وضوح اور استحکام نمایاں ہوا۔ معاصر دور میں جہاد، موالات اور آزادئ مذہب جیسے

موضوعات سے متعلق بعض آیات پر جو شدید فکری مباحث اور باہم متصادم تعبیرات پائی جاتی ہیں، ان کا ایک بڑا سبب یہی ہے کہ اقتباسی قرأت (Excerptive Reading) نے نص کو اس کے ہمہ گیر تناظر سے منقطع کر دیا ہے۔[1]

اس مقالے کا مرکزی مقدمہ (Thesis) یہ ہے کہ سیاق (Context) اور بین المتونی تعلقات (Intertextual Relations) قرآنی تفسیر کے دو الگ الگ اوزار نہیں بلکہ ایک ہی تفسیری عمل کے دو باہم متمم اور باہم مصحح پہلو ہیں۔ سیاق نص کے لفظی، نظمی اور تاریخی ماحول کو متعین کرتا ہے، جب کہ بین المتونی تعلقات اس کی کلی قرآنی اور تہذیبی نسبتوں کو منکشف کرتے ہیں۔ جب تک ان دونوں کو ایک مربوط منہجی ڈھانچے میں جمع نہ کیا جائے، نہ تو لفظ پرستانہ جمود سے بچا جا سکتا ہے اور نہ تاریخیت پسندانہ اضافیت سے۔[2]

مقالہ تین بنیادی سوالات کا جواب تلاش کرتا ہے: اول، کلاسیکی اسلامی علمیات میں سیاق اور اس کے مدارج کا تصور کس طور پر منضبط ہوا؟ دوم، مغربی نظریۂ بین المتونیت (Intertextuality) اور اسلامی روایت کے نظریۂ مناسبت و نظم کے مابین اشتراک و افتراق کی نوعیت کیا ہے؟ سوم، کیا ان دونوں کے امتزاج سے ایسا منہجی خاکہ وضع کیا جا سکتا ہے جو منتخب قرآنی آیات کی تفسیر میں تعبیری انتشار کو کم کر سکے؟ ان سوالات کے لیے تحقیق تقابلی، تجزیاتی اور اطلاقی طریقِ کار اختیار کرتی ہے، اور استدلال کی ترتیب مقدمہ، شواہد، مخالف نقطۂ نظر اور تالیفی نتیجے (Thesis–Synthesis–Evidence–Counter-argument) پر استوار ہے۔

موضوع پر دستیاب علمی سرمایہ تین دھاروں میں منقسم ہے۔ عربی روایت میں زرکشی، سیوطی اور بقاعی نے علمِ مناسبات کو باقاعدہ فن کی صورت دی؛[3] برصغیر میں حمید الدین فراہیؒ اور امین احسن اصلاحیؒ نے نظمِ قرآن کے نظریے کو تفسیری عمل کا مرکز بنایا؛[4] اور مغربی و معاصر مسلم اکادمی میں انجیلیکا نیورتھ، مصطفیٰ میر، عبد الحلیم اور عبد اللہ سعید نے سورتوں کی ادبی ساخت اور تاریخی سیاق کو نئے زاویوں سے دیکھا۔[5] راقم کے مطالعے کی حد تک ان تینوں دھاروں کے مابین باقاعدہ منہجی مکالمہ اور منتخب آیات پر اس کا اطلاقی نمونہ کم یاب ہے، اور یہی مقالے کا علمی خلا اور اس کی وجۂ جواز ہے۔

سیاق کا تصور: لغوی، اصطلاحی اور اصولی مباحث

لغوی و اصطلاحی مفہوم

عربی لغت میں 'سیاق' مادۂ 'س و ق' سے ماخوذ ہے جس کا بنیادی مفہوم کسی شے کو ایک تسلسل کے ساتھ آگے ہانکنا اور اس کے اجزا کو یکے بعد دیگرے ترتیب دینا ہے؛ چنانچہ 'سیاقُ الکلام' سے مراد کلام کا وہ تسلسل ہے جس میں الفاظ اور جملے ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہوئے ایک مقصود معنی کی جانب رواں ہوتے ہیں۔[6] اصطلاحی سطح پر ابن قیمؒ کی تعبیر اس باب میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے، جن کے نزدیک سیاق مجمل کی توضیح، محتمل معنی کی تعیین، غیر مراد معنی کے احتمال کی نفی، عام کی تخصیص، مطلق کی تقیید اور دلالت کی تنویع کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔[7] اس تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ سیاق محض 'ماقبل و مابعد' کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا دلالتی نظام ہے جو لفظ کے لغوی احتمالات میں سے مراد کو منتخب کرتا ہے۔

---

[1] M. A. S. Abdel Haleem, "Qur'anic Jihad: A Linguistic and Contextual Analysis," *Journal of Qur'anic Studies* 12 (2010): 147–66.

[2] Fazlur Rahman, *Major Themes of the Qur'an* (Minneapolis: Bibliotheca Islamica, 1980), preface.

[3] بدر الدین الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، 4 جلدیں (قاہرہ: دار احیاء الکتب العربیہ، 1957ء)، 1: 35–36۔

[4] امین احسن اصلاحی، تدبرِ قرآن، 9 جلدیں (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 1967–1980ء)، مقدمہ۔

[5] Mustansir Mir, *Coherence in the Qur'an: A Study of Islahi's Concept of Nazm in Tadabbur-i Qur'an* (Indianapolis: American Trust Publications, 1986).

[6] محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، طبع سوم (بیروت: دار صادر، 1414ھ)، مادہ 'سوق'۔

[7] محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ، بدائع الفوائد (بیروت: دار الکتاب العربی، س ن)، 4: 9۔

کلاسیکی اسلامی علمیات میں سیاق کی جڑیں

امام شافعیؒ نے اپنی الرسالہ میں ایک مستقل باب 'الصنف الذی یبین سیاقہ معناہ' قائم کیا، جس میں انہوں نے آیت ﴿وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ﴾ (اور ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھو جو سمندر کے کنارے آباد تھی) کے سیاق سے یہ ثابت کیا کہ یہاں 'قریہ' سے مراد بستی کی عمارتیں نہیں بلکہ اس کے باسی ہیں۔ [8] یوں سیاق کو ابتدا ہی سے ایک مستقل دلیلِ فہم کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ امام طبریؒ کی تفسیری روش میں بھی یہ اصول مسلسل کارفرما نظر آتا ہے، جہاں وہ مختلف اقوال کے مابین ترجیح کے وقت بارہا سیاقِ کلام کو فیصلہ کن قرینہ بناتے ہیں۔ [9]

امام شاطبیؒ نے اس تصور کو مقاصدی بنیاد فراہم کی۔ ان کے نزدیک ایک سورت اگرچہ متعدد مضامین پر مشتمل ہو، تاہم وہ کلامِ واحد ہے، لہٰذا اس کے ابتدائی حصے کو انجام سے اور انجام کو ابتدا سے الگ کر کے دیکھنا درست نہیں۔ [10] ابن تیمیہؒ نے تفسیر کے بہترین طریقوں میں 'تفسیر القرآن بالقرآن' کو اولیت دی اور اس کی بنیاد اس قرآنی حقیقت پر رکھی کہ ایک مقام کا اجمال دوسرے مقام میں تفصیل پاتا ہے۔ [11] اس طرح سیاق اور بین النصوصی ربط کا تصور اپنی اصل میں ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ ایک ہی علمی روایت کے دو شعبے ہیں، اور یہی نکتہ آگے کے تجزیے میں مرکزی اہمیت رکھتا ہے۔

سیاق کے مدارج اور اقسام

سیاق کو یکساں اکائی سمجھنا تفسیری مغالطے کا باعث بنتا ہے، کیونکہ اس کے مختلف مدارج ہیں جن کی دلالتی قوت اور اطلاق کا دائرہ مختلف ہے۔ لفظی و ترکیبی سیاق سب سے قریبی دائرہ ہے؛ اس کے بعد آیات کا سیاق ہے؛ پھر سورت کا مرکزی مضمون ہے جسے اصلاحیؒ 'عمود' کہتے ہیں؛ [12] اس سے آگے پورے قرآن کا کلی سیاق ہے؛ اور سب سے بیرونی دائرہ مقام و واقعہ کا تاریخی و ثقافتی سیاق ہے جسے اسبابِ نزول کی روایات اور عہدِ نزول کے تمدنی احوال سے سمجھا جاتا ہے۔ [13] درج ذیل جدول ان مدارج کا اجمالی تقابل پیش کرتا ہے۔

جدول 1: سیاقِ قرآنی کے مدارج، تعریف، مثالیں اور بنیادی ماخذ (مصنف کی اپنی تدوین)

درجۂ سیاق	تعریف	قرآنی مثال	بنیادی ماخذ
لفظی و ترکیبی سیاق	جملے کے اندر الفاظ کا باہمی انسلاک جو لفظ کے احتمالات میں سے مراد متعین کرتا ہے	7:163 میں 'القریہ' سے اہلِ قریہ	الشافعی، الرسالہ
سیاقِ آیات	ماقبل و مابعد آیات کا فوری تسلسل	9:5 کا 9:4 اور 9:6 کے ساتھ ربط	الطبری، جامع البیان

[8] محمد بن ادریس الشافعی، الرسالہ، تحقیق احمد محمد شاکر (قاہرہ: مصطفیٰ البابی الحلبی، 1940ء)، باب 'الصنف الذی یبین سیاقہ معناہ'۔ آیت کا حوالہ: القرآن الکریم، سورۃ الاعراف 7:163۔

[9] محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، تحقیق عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، 26 جلدیں (قاہرہ: دار ہجر، 2001ء)، ذیل آیت 2:256۔

[10] ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان، 7 جلدیں (الخبر: دار ابن عفان، 1997ء)، 4: 267–268۔

[11] احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر، تحقیق عدنان زرزور (بیروت: دار القرآن الکریم، 1972ء)، فصل: احسن طرق التفسیر۔

[12] امین احسن اصلاحی، تدبرِ قرآن، 9 جلدیں (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 1967–1980ء)، مقدمہ۔

[13] جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، 4 جلدیں (قاہرہ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1974ء)، النوع التاسع (معرفۃ اسباب النزول)۔

درجۂ سیاق	تعریف	قرآنی مثال	بنیادی ماخذ
سیاقِ سورت	سورت کا مرکزی مضمون (عمود) اور اس کی داخلی ساخت	سورۃ التوبہ کا براءتِ عہد کا موضوع	الشاطبی؛ اصلاحی
سیاقِ قرآنی (کلی)	پورے قرآن کی داخلی ہم آہنگی اور متشابہ کی محکم سے طرف رجوع	4:82 اور 3:7	ابن تیمیہ؛ الشنقیطی
تاریخی و مقامی سیاق	اسبابِ نزول، عرب سماج اور عہدِ نزول کے سیاسی و ثقافتی احوال	5:51 میں حلیفانہ تعلقات کا پس منظر	السیوطی، الاتقان

بین المتونی تعلقات: نظریاتی بنیادیں اور اسلامی تفسیری روایت

مغربی نظریۂ بین المتونیت

’بین المتونیت‘ (Intertextuality) کی اصطلاح جولیا کرسٹیوا نے 1960ء کی دہائی کے اواخر میں میخائل باختن کے مکالماتی نظریے سے اخذ کر کے وضع کی۔ باختن کے نزدیک ہر ملفوظ اپنے پیش رو ملفوظات کا جواب اور آئندہ ملفوظات کی توقع ہوتا ہے،[14] اور کرسٹیوا کے الفاظ میں ہر متن اقتباسات کا موزیک اور کسی دوسرے متن کی جذب و تحویل ہے۔[15] جیرار جنیت نے بعد ازاں اس تصور کو ’ماورائے متنیت‘ (Transtextuality) کی پانچ اقسام — بین المتونیت، پیرا ٹیکسٹ، میٹا ٹیکسٹ، آرکی ٹیکسٹ اور ہائپر ٹیکسٹ — میں منضبط کیا۔[16] اس نظریے کا فلسفیانہ پس منظر یہ ہے کہ متن کسی مفرد اور مقفل مصنف کی ملکیت نہیں رہتا؛ رولاں بارت کے مشہور اعلان ’موتِ مصنف‘ نے اسی رجحان کو انتہا تک پہنچایا۔[17]

تفسیری روایت میں بین النصوصی ربط کے تصورات

اسلامی تفسیری روایت نے اگرچہ یہ اصطلاح استعمال نہیں کی، لیکن اس کا تصوراتی مواد نہایت وسیع ہے۔ اس کی پہلی صورت ’تفسیر القرآن بالقرآن‘ ہے، جس کی بنیاد قرآن کے اس دعوے پر ہے کہ اس میں اختلافِ کثیر نہیں پایا جاتا: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ (کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے)۔[18] اسی طرح قرآن نے خود کو ﴿كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ﴾ (ایسی کتاب جس کے مضامین باہم مشابہ اور بار بار دہرائے جانے والے ہیں) کہا ہے،[19] اور آیتِ محکمات و متشابہات نے متشابہ کو محکم کی طرف لوٹانے کا اصول فراہم کیا۔[20]

---

[14] Mikhail Bakhtin, “Discourse in the Novel,” in *The Dialogic Imagination: Four Essays*, ed. Michael Holquist, trans. Caryl Emerson and Michael Holquist (Austin: University of Texas Press, 1981), 259–422.

[15] Julia Kristeva, “Word, Dialogue, and Novel,” in *Desire in Language: A Semiotic Approach to Literature and Art*, ed. Leon S. Roudiez (New York: Columbia University Press, 1980), 66.

[16] Gérard Genette, *Palimpsests: Literature in the Second Degree*, trans. Channa Newman and Claude Doubinsky (Lincoln: University of Nebraska Press, 1997), 1–7.

[17] Roland Barthes, “The Death of the Author,” in *Image–Music–Text*, trans. Stephen Heath (New York: Hill and Wang, 1977), 142–48.

[18] القرآن الکریم، سورۃ النساء 4:82۔

[19] القرآن الکریم، سورۃ الزمر 39:23۔

[20] القرآن الکریم، سورۃ آل عمران 3:7۔ نیز دیکھیے: محمد الامین الشنقیطی، اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن (بیروت: دار الفکر، 1995ء)، مقدمہ۔

دوسری صورت علمِ مناسباتِ آیات و سور ہے۔ زرکشیؒ نے اسے 'امرٌ معقول' قرار دیتے ہوئے اس کا ثمرہ یہ بتایا کہ کلام کے اجزا ایک دوسرے سے پیوست ہو کر ایک ہی بنیان کی مانند ہو جاتے ہیں؛ [21] سیوطیؒ نے ابن العربیؒ کے حوالے سے آیاتِ قرآن کے باہمی ارتباط کو 'کلمۂ واحدہ' کے مماثل قرار دیا؛ [22] اور بقاعیؒ نے بائیس جلدوں پر مشتمل اپنی تفسیر میں اس اصول کو آیت بہ آیت اور سورت بہ سورت منطبق کیا۔ [23] عبد القاہر جرجانیؒ کا نظریۂ نظم اس کا لسانی اساس فراہم کرتا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک معنی الفاظ کی انفرادی حیثیت سے نہیں بلکہ ان کے باہمی تعلق (تعلّق) سے پیدا ہوتا ہے۔ [24] برصغیر میں اصلاحیؒ نے اسی روایت کو سورتوں کے جوڑوں (ازواج) اور ہر سورت کے 'عمود' کے تصور سے آگے بڑھایا، [25] جب کہ عبد الحلیم نے سورۃ الرحمٰن کے تکراری فقرے ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ (پس تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے) کے تجزیے سے دکھایا کہ داخلی تعلقات کی رعایت سے معنی کی نئی تہیں کھلتی ہیں۔ [26]

قرآن اور سابقہ صحائف: خارجی بین المتونیت

بین المتونیت کا ایک خارجی بعد بھی ہے، یعنی قرآن کا سابقہ آسمانی صحائف کے ساتھ تعلق۔ قرآن نے اپنے بارے میں ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ (اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرنے والی اور اس پر نگہبان) کا دعویٰ کیا ہے، [27] جس کا مفہوم یہ ہے کہ قرآنی خطاب سابقہ مذہبی ادب سے لاتعلق نہیں بلکہ اس کے ساتھ ایک تصدیقی و تصحیحی مکالمے میں شریک ہے۔ نیوورتھ نے اسی بنا پر قرآن کو عہدِ قدیم کے اواخر (Late Antiquity) کے مشترکہ مکالماتی ماحول کا حصہ قرار دیتے ہوئے اس کی سورتوں کو جماعتی مباحثے کے مراحل کی صورت میں پڑھنے کی تجویز دی ہے۔ [28] اس رجحان پر تنقید یہ ہے کہ تاریخی ماخذات کی تلاش میں قرآن کی خود مختار وحیانی حیثیت پس منظر میں چلی جاتی ہے؛ تاہم اگر اس منہج کو محض تفہیمی قرینے کے طور پر برتا جائے تو یہ کلاسیکی 'اسرائیلیات' کی نقد و جرح کی روایت سے متصادم نہیں ہوتا۔ [29]

تقابلی تجزیہ: مغربی بین المتونیت اور اسلامی مناسبت و نظم

دونوں روایتیں 'غیر جزئیاتی' (Anti-atomistic) رجحان رکھتی ہیں، یعنی متن کو منقطع اجزا کے بجائے روابط کے جال کے طور پر دیکھتی ہیں؛ تاہم ان کے فلسفیانہ مفروضات بنیادی طور پر مختلف ہیں۔ مغربی نظریے میں مصنف کی مرکزیت کمزور پڑ جاتی ہے اور معنی قاری اور ثقافتی رموز

---

[21] بدر الدین الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، 4 جلدیں (قاہرہ: دار احیاء الکتب العربیہ، 1957ء)، 1: 35–36۔

[22] جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، 4 جلدیں (قاہرہ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1974ء)، النوع الثانی والستون (مناسبۃ الآیات والسور)۔

[23] برہان الدین البقاعی، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، 22 جلدیں (حیدرآباد: دائرۃ المعارف العثمانیہ، 1969–1984ء)، مقدمہ۔

[24] عبد القاہر الجرجانی، دلائل الاعجاز، تحقیق محمود محمد شاکر (قاہرہ: مکتبۃ الخانجی، 1984ء)، فصل النظم۔

[25] Mustansir Mir, "The Sūra as a Unity: A Twentieth Century Development in Qur'ān Exegesis," in *Approaches to the Qur'ān*, ed. G. R. Hawting and Abdul-Kader A. Shareef (London: Routledge, 1993), 211–24.

[26] M. A. S. Abdel Haleem, "Context and Internal Relationships: Keys to Quranic Exegesis: A Study of Sūrat al-Raḥmān (Q. 55)," in *Approaches to the Qur'ān*, ed. G. R. Hawting and Abdul-Kader A. Shareef (London: Routledge, 1993), 71–98.

[27] القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ 5:48۔ نیز دیکھیے: محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، تحقیق عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، 26 جلدیں (قاہرہ: دار ہجر، 2001ء)، ذیل آیت 5:48۔

[28] Angelika Neuwirth, *The Qur'an and Late Antiquity: A Shared Heritage*, trans. Samuel Wilder (Oxford: Oxford University Press, 2019).

[29] Angelika Neuwirth, "Qur'an and History—A Disputed Relationship: Some Reflections on Qur'anic History and History in the Qur'an," *Journal of Qur'anic Studies* 5, no. 1 (2003): 1–18.

کے مابین تشکیل پاتا ہے، جب کہ اسلامی نظریہ میں متکلم خدائے علیم و حکیم ہے، اس لیے ربطِ نصوص اس کے ارادۂ کلام کی کشف کا ذریعہ ہے، نہ کہ اس کے متبادل۔ گادامیر کی ہرمنیوٹکس کا 'افقوں کا امتزاج' (Fusion of Horizons) اگرچہ قاری کے تاریخی افق کو تسلیم کرتا ہے، [30] لیکن اسلامی اصول فقہ میں 'العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب' کا قاعدہ اس امر کی ضمانت دیتا ہے کہ نص کی دلالت سببِ نزول تک محدود نہ رہے۔ [31] درج ذیل جدول ان نکات کو یکجا کرتا ہے۔

جدول 2: مغربی نظریۂ بین المتونیت اور اسلامی نظریۂ مناسبت و نظم کا تقابل (مصنف کی اپنی تدوین)

پہلو	مغربی بین المتونیت (کرسٹیوا، باختن، جنیت)	اسلامی مناسبت و نظم (زرکشی، سیوطی، اصلاحی)
مصنف کا تصور	مصنف کی مرکزیت کمزور؛ متن اقتباسات کا موزیک	متکلم خدا؛ ارادۂ کلام کی دریافت مقصود
متن کی وحدت	غیر مستقر اور لامتناہی حوالوں پر قائم	کلام 'کلمۂ واحدہ' کی مانند منظم اور مربوط
تعلق کی نوعیت	اقتباس، تلمیح، تحویل اور مکالمہ	تفسیر القرآن بالقرآن، تصدیق، تخصیص، تقیید، مناسبت
تاریخ سے ربط	ثقافتی رموز و شفرات میں تحلیل	اسبابِ نزول اور قاعدہ 'العبرة بعموم اللفظ' کے مابین توازن
نتیجہ و ہدف	معنی کی کثرت اور التوا	مراد کی تعیین اور تعبیری انضباط

منہجی خاکہ: سیاق اور بین المتونیت کا امتزاج

سابقہ مباحث کی روشنی میں اس مقالے میں پانچ درجی منہجی ڈھانچہ تجویز کیا جاتا ہے جو کلاسیکی اصولوں کا نظم برقرار رکھتے ہوئے جدید ہرمنیوٹک بصیرتوں سے استفادہ کرتا ہے۔ اس ڈھانچے میں مفسر ہر آیت پر کام کرتے وقت ایک درجہ وار ترتیب سے گزرتا ہے، جس میں ہر درجہ پچھلے درجے کے نتائج کی تصحیح بھی کرتا ہے۔ یہ ترتیب شافعیؒ اور شاطبیؒ کے لسانی و مقاصدی اصولوں، ابن تیمیہؒ کے ترتیبِ مآخذ، اور عبد اللہ سعید و فضل الرحمٰن کی تاریخی حساسیت کا تالیفی اظہار ہے۔ [32][33]

خاکہ 1: سیاق و بین المتونیت پر مبنی پانچ درجی تفسیری ڈھانچہ (مصنف کی اپنی تدوین)

درجہ	رہنما سوال	حاصل
۱۔ لفظی و ترکیبی	لفظ کے لغوی احتمالات میں سے جملے کا نحوی و بلاغی نظام کون سا معنی متعین کرتا ہے؟	معنی کے احتمالات کی تحدید

[30] Hans-Georg Gadamer, *Truth and Method*, 2nd rev. ed., trans. Joel Weinsheimer and Donald G. Marshall (New York: Continuum, 2004), pt. 2.

[31] جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، 4 جلدیں (قاہرہ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1974ء)، النوع التاسع (معرفۃ اسباب النزول)۔

[32] Abdullah Saeed, *Interpreting the Qur'an: Towards a Contemporary Approach* (London: Routledge, 2006).

[33] Fazlur Rahman, *Islam and Modernity: Transformation of an Intellectual Tradition* (Chicago: University of Chicago Press, 1982), 5–7.

درجہ	رہنما سوال	حاصل
۲۔ آیات و سورت	فوری ماقبل و مابعد اور سورت کے ’عمود‘ کے اعتبار سے آیت کا کیا منصب ہے؟	نظمی مراد کی تعیین
۳۔ بین المتونی (قرآنی)	قرآن کے دیگر مقامات اس آیت کی تخصیص، تقیید یا تکمیل کیا کرتے ہیں؟	کلی ہم آہنگی کی تصدیق
۴۔ تاریخی و مقامی	اسبابِ نزول اور عہدِ نزول کے حالات خطاب کے اولین مخاطب اور محل کو کیسے واضح کرتے ہیں؟	خطاب کے محل کی تعیین
۵۔ تالیف و اطلاق	عمومِ لفظ اور خصوصِ سبب کے مابین توازن رکھتے ہوئے کون سا اصول مستنبط ہوتا ہے؟	قابلِ اطلاق شرعی و اخلاقی اصول

منتخب آیات کا اطلاقی مطالعہ

اس باب میں مذکورہ پانچ درجی ڈھانچے کا اطلاق تین ایسی آیات پر کیا جاتا ہے جن کی تعبیر میں بالعموم افراط و تفریط پائی جاتی ہے: آیۃ الاکراہ (2:256)، آیۃ السیف (9:5) اور آیتِ موالات (5:51)۔

آیۃ الاکراہ: ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ (2:256)

مقدمہ اور شواہد

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ (دین میں کوئی جبر نہیں، ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے)۔[34] لفظی سطح پر ’لا‘ نفیِ جنس کے لیے ہے اور جملہ نہی کے مفہوم کو نفی کی تاکید کے ساتھ ادا کرتا ہے، جس کی وجہ سے حکم محض اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ ایک اصولی قطعیت اختیار کر لیتا ہے۔ زمخشریؒ اور رازیؒ دونوں کی توجیہ یہ ہے کہ ایمان کی بنا جبر پر نہیں بلکہ اختیار اور تمکین پر رکھی گئی ہے، کیونکہ جبر سے حاصل شدہ ایمان تکلیف کے مقصد ہی کو باطل کر دیتا ہے۔[3635]

سببِ نزول کے سلسلے میں ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جس انصاری عورت کی اولاد زندہ نہ رہتی وہ نذر مانتی کہ بچہ بچ گیا تو اسے یہودی بنائے گی؛ بنو نضیر کی جلاوطنی کے موقع پر جب انصار کے کچھ بچے یہودیوں کے ساتھ جانے لگے تو انصار نے انہیں زبردستی روکنے کا ارادہ کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[37] بین المتونی سطح پر یہ آیت متعدد دیگر مقامات سے ہم آہنگ ہے، مثلاً ﴿أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے کہ وہ مومن بن جائیں؟)[38] اور ﴿فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے)۔[39]

---

[34] القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ 2:256۔

[35] محمود بن عمر الزمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، طبع سوم (بیروت: دار الکتاب العربی، 1407ھ)، ذیل آیت 2:256۔

[36] فخر الدین الرازی، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، طبع سوم (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1420ھ)، ذیل آیت 2:256۔

[37] ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، تحقیق شعیب الارنؤوط وآخرین، 7 جلدیں (بیروت: دار الرسالۃ العالمیۃ، 2009ء)، کتاب الجہاد، باب فی الاسیر یکرہ علی الاسلام، حدیث 2682۔

[38] القرآن الکریم، سورۃ یونس 10:99۔

[39] القرآن الکریم، سورۃ الکہف 18:29۔

مخالف نقطۂ نظر اور تالیف

مخالف نقطۂ نظر یہ ہے کہ بعض مفسرین نے اس آیت کو آیۃ السیف سے منسوخ قرار دیا۔ طبریؒ نے یہ قول نقل کیا مگر اسے ترجیح نہیں دی؛ ان کا اپنا رجحان یہ ہے کہ آیت اہلِ کتاب جیسے ان گروہوں کے بارے میں خاص ہے جو جزیہ قبول کر لیں، [40] اور ابن کثیرؒ نے بھی عمومی مفہوم کو راجح سمجھا کہ کسی کو دخولِ اسلام پر مجبور نہ کیا جائے۔ [41] نسخ کے دعوے کی ایک بنیادی کمزوری یہ ہے کہ نسخ کے لیے دو نصوص کے مابین حقیقی تعارض شرط ہے، جب کہ سیاقی تجزیے سے یہ تعارض واضح طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ [42] تالیفی نتیجہ یہ ہے کہ آیۃ الاکراہ عقیدے کے دائرے میں جبر کی نفی کا ایک محکم اصول ہے، جو آیات کے سیاق (2:255–257)، قرآنی ہم آہنگی (10:99، 18:29) اور سببِ نزول تینوں سے مؤید ہے۔ مولانا مودودیؒ اور اصلاحیؒ دونوں نے بھی اسے عقیدہ و ایمان کے باب میں جبر کی نفی کے طور پر لیا ہے۔ [43][44]

آیۃ السیف: ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ﴾ (9:5)

مقدمہ اور شواہد

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ﴾ (پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو)۔ [45] کلاسیکی تفسیری روایت میں اسے 'آیۃ السیف' کہا گیا اور بعض مفسرین نے اسے اس سے قبل نازل شدہ صلح و عفو کی متعدد آیات کی ناسخ سمجھا۔ [46] لیکن جب اس آیت کو آیات کے سیاق میں رکھ کر پڑھا جاتا ہے تو تصویر یکسر مختلف نظر آتی ہے۔ آیت 9:1 سے 9:4 تک اس عہد شکنی کا بیان ہے جس کے بعد براءت کا اعلان ہوا، اور 9:4 میں فوراً استثنا موجود ہے: ﴿إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ﴾ (سوائے ان مشرکین کے جن سے تم نے معاہدہ کیا، پھر انھوں نے تم سے کوئی کمی نہ کی اور نہ تمھارے خلاف کسی کی مدد کی؛ تو ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو)۔ [47]

اسی طرح 9:6 میں پناہ طلب کرنے والے مشرک کو امان دینے اور اسے محفوظ مقام تک پہنچانے کا حکم ہے: ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ﴾۔ [48] آیات 9:7 تا 9:13 میں علت صراحتاً بیان ہوئی ہے کہ خطاب ان لوگوں سے ہے جنھوں نے عہد توڑا اور قتال میں پہل کی (﴿وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾)۔ [49] سورت کا مرکزی موضوع بھی عہد کی پاسداری اور عہد شکنی پر محاسبہ ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ 9:5 ایک مخصوص تاریخی صورتِ حال میں مخصوص گروہ کے خلاف اعلانِ حرب ہے، نہ کہ ہر مشرک سے ہر زمانے کے لیے عمومی جنگ کا حکم۔ [50] عبد الحلیم نے اپنے لسانی و سیاقی تجزیے میں اسی نتیجے کو مفصل دلائل سے ثابت کیا ہے۔ [51]

---

[40] محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، تحقیق عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، 26 جلدیں (قاہرہ: دار ہجر، 2001ء)، ذیل آیت 2:256۔

[41] اسماعیل بن عمر ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق سامی بن محمد سلامہ، 8 جلدیں (ریاض: دار طیبہ، 1999ء)، ذیل آیت 2:256۔

[42] جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، 4 جلدیں (قاہرہ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1974ء)، النوع السابع والاربعون (الناسخ والمنسوخ)۔

[43] ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، 6 جلدیں (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، س ن)، ذیل آیت 2:256۔

[44] امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، 9 جلدیں (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 1967–1980ء)، ذیل آیت 2:256۔

[45] القرآن الکریم، سورۃ التوبۃ 9:5۔

[46] اسماعیل بن عمر ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق سامی بن محمد سلامہ، 8 جلدیں (ریاض: دار طیبہ، 1999ء)، ذیل آیت 9:5۔

[47] القرآن الکریم، سورۃ التوبۃ 9:4۔

[48] القرآن الکریم، سورۃ التوبۃ 9:6۔

[49] القرآن الکریم، سورۃ التوبۃ 9:13۔

[50] ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، 6 جلدیں (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، س ن)، دیباچہ سورۃ التوبہ۔

[51] Abdel Haleem, "Qur'anic Jihad," 147–66.

مخالف نقطۂ نظر اور تالیف

مخالف نقطۂ نظر کی نمائندگی ان کلاسیکی مفسرین سے ہوتی ہے جنھوں نے عمومِ لفظ کو بنیاد بنا کر اس آیت کو عمومی حکم سمجھا، اور اصولی طور پر 'العبرة بعموم اللفظ' کا قاعدہ اس موقف کی تائید کرتا ہے۔ [52] اس کا جواب یہ ہے کہ عموم کا قاعدہ اسی وقت جاری ہوتا ہے جب سیاق عموم کا قرینہ ہو؛ یہاں سیاق خود 'استثنا' (9:4) اور 'امان' (9:6) کے ذریعے عموم کو مقید کر رہا ہے، اور شاطبیؒ کے اصول کے مطابق سورت کو ایک وحدت مان کر آیت کا فہم انجام اور ابتدا دونوں کی رعایت سے کیا جانا چاہیے۔ [53] لہٰذا تالیفی نتیجہ یہ ہے کہ آیت 9:5 عہد شکن محاربین سے متعلق ایک مخصوص حکم ہے، جب کہ پُرامن اور معاہد غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے لیے 9:4، 9:6 اور 60:8 جیسی آیات رہنما اصول فراہم کرتی ہیں۔

آیتِ موالات: ﴿لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ﴾ (5:51)

مقدمہ اور شواہد

ارشادِ قرآنی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اولیاء نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے اولیاء ہیں)۔ [54] سیاق سے ناواقف قرأت 'اولیاء' کو 'دوست' کے سادہ معنی میں لیتی ہے اور اس سے عمومی بائیکاٹ اخذ کر لیتی ہے۔ مگر لفظ 'ولی' کا قرآنی دلالتی میدان نصرت، سرپرستی اور سیاسی و عسکری حلیف ہونے سے تعلق رکھتا ہے، [55] اور طبریؒ کی روایت کے مطابق آیت کا پس منظر عبادہ بن صامتؓ اور عبد اللہ بن ابی کا وہ واقعہ ہے جس میں اول الذکر نے یہودی حلفاء سے تعلق توڑ دیا اور ثانی الذکر نے 'گردشِ زمانہ' کے اندیشے سے ان کا ساتھ برقرار رکھنے پر اصرار کیا۔ [56] گویا موضوعِ نہی حربی اور سیاسی نوعیت کی حلیفانہ وابستگی ہے، نہ کہ سماجی تعلقات۔

مخالف نقطۂ نظر اور تالیف

بین المتونی قرائن اس فہم کی تائید کرتے ہیں۔ اسی سورت کی آیت 5:5 میں اہلِ کتاب کا کھانا حلال اور ان کی پاک دامن خواتین سے نکاح جائز قرار دیا گیا ہے، [57] اور سورۃ الممتحنہ میں صراحت ہے کہ جو لوگ دین کے معاملے میں تم سے نہیں لڑے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا، ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور انصاف سے اللہ نہیں روکتا: ﴿لَّا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ﴾۔ [58] ان نصوص کے ساتھ ملا کر پڑھنے پر 5:51 کا اطلاق ایسی حلیفانہ موالات تک محدود ہوتا ہے جو مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے خلاف ہو۔ مخالف نقطۂ نظر یہ ہو سکتا ہے کہ لفظ 'الیہود والنصاریٰ' عمومی ہے؛ مگر عمومِ لفظ کا قاعدہ بھی اسی وقت مؤثر ہے جب سیاق اور دیگر نصوص اس کے منافی قرینہ نہ دیں۔ مفسرین کے مابین اس باب میں اختلاف کی نوعیت کا تفصیلی جائزہ جین مکالف کے مطالعے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ [59]

---

[52] جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، 4 جلدیں (قاہرہ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1974ء)، النوع التاسع (معرفۃ اسباب النزول)۔

[53] ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان، 7 جلدیں (الخبر: دار ابن عفان، 1997ء)، 4: 267–268۔

[54] القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ 5:51۔

[55] Toshihiko Izutsu, *Ethico-Religious Concepts in the Qur'an* (Montreal: McGill University Press, 1966).

[56] محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، تحقیق عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، 26 جلدیں (قاہرہ: دار ہجر، 2001ء)، ذیل آیت 5:51۔

[57] القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ 5:5۔

[58] القرآن الکریم، سورۃ الممتحنۃ 60:8۔

[59] Jane Dammen McAuliffe, *Qur'ānic Christians: An Analysis of Classical and Modern Exegesis* (Cambridge: Cambridge University Press, 1991).

جدول 3: منتخب آیات کا بین المتونی و سیاقی خلاصہ (مصنف کی اپنی تدوین)

آیت	فوری و سورتی سیاق	بین المتونی قرائن	تالیفی نتیجہ
2:256	آیۃ الکرسی اور آیات 2:255–257؛ ایمان کی اختیاری بنیاد	10:99؛ 18:29	عقیدے میں جبر کی نفی کا محکم اصول
9:5	9:1–4 میں عہد شکنی؛ 9:4 میں استثنا؛ 9:6 میں امان	9:13؛ 60:8	عہد شکن محاربین کے خلاف مخصوص حکم
5:51	5:51–52 میں حلیفانہ وابستگی اور اندیشۂ گردش	5:5؛ 60:8	ضرر رساں سیاسی موالات کی ممانعت

تنقیدی مباحث اور منہج کی حدود

مقدمہ یہ ہے کہ سیاق اور بین المتونیت کا امتزاج تعبیری ضبط پیدا کرتا ہے۔ مگر اس موقف پر سب سے سنجیدہ اعتراض یہ ہے کہ تاریخی سیاق پر زیادہ زور نص کی ابدی دلالت کو زمانی حدود میں مقید کر دیتا ہے۔ نصر حامد ابو زید کا ’مفہوم النص‘ اس رجحان کی نمایاں مثال ہے، جس میں قرآن کو ’ثقافتی پیداوار‘ (منتج ثقافی) کے طور پر دیکھا گیا اور اس کے معنی کو عہدِ نزول کے ثقافتی نظام سے مشروط سمجھا گیا۔[60] اس تنقید کا درست پہلو یہ ہے کہ سیاق کو واحد حاکم اصول بنا دینے سے نص کا حکم ہر زمانے کی ثقافت کے تابع ہو سکتا ہے۔ عبد اللہ سعید کی ’سیاقیت پسند‘ (Contextualist) تعبیر اگرچہ نسبتاً معتدل ہے، تاہم اس کے ہاں بھی قدرتی سوال باقی رہتا ہے کہ اخلاقی و قانونی احکام کے مابین امتیاز کس معیار سے ہو۔[61]

اسبابِ نزول کی روایات کے مورخانہ وزن پر بھی تنقید موجود ہے۔ اینڈریو رپن کے بقول یہ روایات اکثر تاریخی دستاویز سے زیادہ تفسیری قصے کا کام دیتی ہیں اور ان کے ذریعے آیات کے خلا پُر کیے جاتے ہیں،[62] اور شاہ ولی اللہؒ کے ہاں بھی یہ نکتہ ملتا ہے کہ صحابہ کا ’نزلت ہذہ الآیۃ فی کذا‘ کہنا بعض اوقات سببِ خاص کے بجائے تفسیری استنباط کا بیان ہوتا ہے۔[63] لہٰذا مناسب منہج یہ ہے کہ سببِ نزول کی روایت کو سند و متن کی تنقید کے بعد قرینہ کے طور پر برتا جائے اور اسے تنہا فیصلہ کن دلیل نہ بنایا جائے۔

اس باب میں فضل الرحمٰن کا ’دوہری حرکت‘ (Double Movement) کا نظریہ اور اقبالؒ کا تصورِ اجتہاد ایک ترقی یافتہ جواب فراہم کرتے ہیں۔ فضل الرحمٰن کے نزدیک مفسر کو پہلے نص کے تاریخی سیاق سے عمومی اصول کی طرف اور پھر اس اصول سے معاصر صورتِ حال کی طرف حرکت کرنی چاہیے؛[64] جب کہ اقبالؒ قرآن کو ’عمل‘ پر مرکوز کتاب سمجھتے ہوئے ہر نسل کو اپنے تجربے کی روشنی میں اصولِ شریعت پر نظرِ ثانی کا حق دیتے ہیں۔[65] یوسف القرضاویؒ اس کے مقابل

---

[60] دیکھیے عمومی طور پر: نصر حامد ابو زید، مفہوم النص: دراسۃ فی علوم القرآن (قاہرہ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1990ء)۔

[61] Saeed, *Interpreting the Qur’an*.

[62] Andrew Rippin, “The Function of *Asbāb al-Nuzūl* in Qur’ānic Exegesis,” *Bulletin of the School of Oriental and African Studies* 51, no. 1 (1988): 1–20.

[63] دیکھیے عمومی طور پر: شاہ ولی اللہ الدہلوی، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (قاہرہ: دار الصحوہ، 1986ء)۔

[64] Rahman, *Islam and Modernity*, 5–7.

[65] Muhammad Iqbal, *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*, ed. M. Saeed Sheikh (Lahore: Institute of Islamic Culture, 1986), lecture 6.

ایک ایسے 'وسطی' طرزِ فہم کی وکالت کرتے ہیں جو نصوص کی جزئی اور مقاصدِ کلیہ دونوں کو مدنظر رکھے، [66] اور یہی طرزِ فکر اس مقالے کے تجویز کردہ پانچ درجی ڈھانچے سے ہم آہنگ ہے۔

تالیفی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سیاق اور بین المتونیت ایک دوسرے کی حدود بھی متعین کرتے ہیں: سیاق جب تاریخیت پسندانہ تحدید کی طرف مائل ہو تو بین المتونی قرائن اور مقاصدِ کلیہ نص کی عمومی اور دائمی دلالت کو محفوظ رکھتے ہیں؛ اور جب بین المتونی ربط محض نظریاتی تعمیم بن جائے تو سیاق اسے ٹھوس مقامِ خطاب سے وابستہ رکھتا ہے۔ [67]

خلاصہ بحث

مقالے کے مباحث سے واضح ہوا کہ سیاق اور بین المتونی تعلقات کلاسیکی اسلامی علمیات میں پہلے سے موجود ہیں اور شافعیؒ، طبریؒ، شاطبیؒ، زرکشیؒ اور سیوطیؒ سے لے کر فراہیؒ اور اصلاحیؒ تک ان کا تسلسل ملتا ہے؛ جب کہ جدید مغربی نظریۂ بین المتونیت ان کے ساتھ 'ضد جزئیت' کے مشترکہ رجحان کے باوجود مصنف، وحدتِ متن اور تاریخ کے باب میں بنیادی اختلاف رکھتا ہے۔ تینوں منتخب آیات کے مطالعے سے ثابت ہوا کہ جب 2:256، 9:5 اور 5:51 کو سیاقِ آیات، سورت کے عمود، دیگر قرآنی نصوص اور سببِ نزول کی روشنی میں پڑھا جائے تو وہ نہ تو آزادیٔ مذہب کی سطحی اور غیر مشروط تعبیر کو قبول کرتی ہیں اور نہ عسکری و عدائی عمومیت کو، بلکہ ایک متوازن، محکم اور داخلی طور پر ہم آہنگ مفہوم فراہم کرتی ہیں۔

اس بنیاد پر مقالہ چند سفارشات پیش کرتا ہے: اول، مدارس و جامعات کے تفسیری نصاب میں علمِ سیاق، علمِ مناسبات اور جدید ہرمنیوٹکس کو ایک مربوط مضمون کے طور پر شامل کیا جائے؛ دوم، سببِ نزول کی روایات کی تنقیدی تحقیق کو تفسیری منہج کا لازمی جزو بنایا جائے؛ سوم، فتاویٰ اور عوامی خطابات میں متنازع آیات کو ان کے سورتی اور قرآنی تناظر کے بغیر بطور دلیل پیش کرنے سے احتراز کیا جائے؛ اور چہارم، ایسے تقابلی مطالعات کی حوصلہ افزائی کی جائے جو اسلامی اور مغربی ہرمنیوٹک روایتوں کے مابین تنقیدی مکالمہ قائم کریں، تاکہ قرآنی تفسیر ایک جانب تراثِ ماضی سے مربوط رہے اور دوسری جانب معاصر علمی تقاضوں کا جواب بھی دے سکے۔

کتابیات (Bibliography)

القرآن الکریم۔

ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم۔ مقدمہ فی اصول التفسیر۔ تحقیق عدنان زرزور۔ بیروت: دار القرآن الکریم، 1972ء۔

ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر۔ بدائع الفوائد۔ بیروت: دار الکتاب العربی، س ن۔

ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ تفسیر القرآن العظیم۔ تحقیق سامی بن محمد سلامہ۔ 8 جلدیں۔ ریاض: دار طیبہ، 1999ء۔

ابن منظور، محمد بن مکرم۔ لسان العرب۔ طبع سوم۔ بیروت: دار صادر، 1414ھ۔

ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی۔ سنن ابی داؤد۔ تحقیق شعیب الارنؤوط وآخرین۔ 7 جلدیں۔ بیروت: دار الرسالۃ العالمیۃ، 2009ء۔

ابو زید، نصر حامد۔ مفہوم النص: دراسۃ فی علوم القرآن۔ قاہرہ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1990ء۔

اصلاحی، امین احسن۔ تدبر قرآن۔ 9 جلدیں۔ لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 1967–1980ء۔

البقاعی، برہان الدین۔ نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور۔ 22 جلدیں۔ حیدرآباد: دائرۃ المعارف العثمانیہ، 1969–1984ء۔

الجرجانی، عبد القاہر۔ دلائل الاعجاز۔ تحقیق محمود محمد شاکر۔ قاہرہ: مکتبۃ الخانجی، 1984ء۔

الدہلوی، شاہ ولی اللہ۔ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر۔ قاہرہ: دار الصحوہ، 1986ء۔

الرازی، فخر الدین۔ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)۔ طبع سوم۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1420ھ۔

[66] دیکھیے عمومی طور پر: یوسف القرضاوی، کیف نتعامل مع القرآن العظیم (قاہرہ: دار الشروق، 2000ء)۔

[67] See generally Hussein Abdul-Raof, *Theological Approaches to Qur'anic Exegesis: A Practical Comparative-Contrastive Analysis* (London: Routledge, 2012).

الزرکشی، بدر الدین۔ البرہان فی علوم القرآن۔ تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم۔ 4 جلدیں۔ قاہرہ: دار احیاء الکتب العربیہ، 1957ء۔
الزمخشری، محمود بن عمر۔ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل۔ طبع سوم۔ بیروت: دار الکتاب العربی، 1407ھ
السیوطی، جلال الدین۔ الاتقان فی علوم القرآن۔ تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم۔ 4 جلدیں۔ قاہرہ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1974ء۔
الشافعی، محمد بن ادریس۔ الرسالہ۔ تحقیق احمد محمد شاکر۔ قاہرہ: مصطفیٰ البابی الحلبی، 1940ء۔
الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ۔ الموافقات فی اصول الشریعہ۔ تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان۔ 7 جلدیں۔ الخبر: دار ابن عفان، 1997ء۔
الشنقیطی، محمد الامین۔ اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن۔ بیروت: دار الفکر، 1995ء۔
الطبری، محمد بن جریر۔ جامع البیان عن تأویل آی القرآن۔ تحقیق عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی۔ 26 جلدیں۔ قاہرہ: دار ہجر، 2001ء۔
القرضاوی، یوسف۔ کیف نتعامل مع القرآن العظیم۔ قاہرہ: دار الشروق، 2000ء۔
مودودی، ابوالاعلیٰ۔ تفہیم القرآن۔ 6 جلدیں۔ لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، س ن۔

Abdel Haleem, M. A. S. “Context and Internal Relationships: Keys to Quranic Exegesis: A Study of Sūrat al-Raḥmān (Q. 55).” In *Approaches to the Qur’ān*, edited by G. R. Hawting and Abdul-Kader A. Shareef, 71–98. London: Routledge, 1993.

Abdel Haleem, M. A. S. “Qur’anic Jihad: A Linguistic and Contextual Analysis.” *Journal of Qur’anic Studies* 12 (2010): 147–66.

Abdul-Raof, Hussein. *Theological Approaches to Qur’anic Exegesis: A Practical Comparative-Contrastive Analysis*. London: Routledge, 2012.

Bakhtin, Mikhail. *The Dialogic Imagination: Four Essays*. Edited by Michael Holquist. Translated by Caryl Emerson and Michael Holquist. Austin: University of Texas Press, 1981.

Barthes, Roland. *Image–Music–Text*. Translated by Stephen Heath. New York: Hill and Wang, 1977.

Gadamer, Hans-Georg. *Truth and Method*. 2nd rev. ed. Translated by Joel Weinsheimer and Donald G. Marshall. New York: Continuum, 2004.

Genette, Gérard. *Palimpsests: Literature in the Second Degree*. Translated by Channa Newman and Claude Doubinsky. Lincoln: University of Nebraska Press, 1997.

Iqbal, Muhammad. *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*. Edited by M. Saeed Sheikh. Lahore: Institute of Islamic Culture, 1986.

Izutsu, Toshihiko. *Ethico-Religious Concepts in the Qur’an*. Montreal: McGill University Press, 1966.

Kristeva, Julia. *Desire in Language: A Semiotic Approach to Literature and Art*. Edited by Leon S. Roudiez. New York: Columbia University Press, 1980.

McAuliffe, Jane Dammen. *Qur’ānic Christians: An Analysis of Classical and Modern Exegesis*. Cambridge: Cambridge University Press, 1991.

Mir, Mustansir. *Coherence in the Qur’an: A Study of Islahi’s Concept of Nazm in Tadabbur-i Qur’an*. Indianapolis: American Trust Publications, 1986.

Mir, Mustansir. “The Sūra as a Unity: A Twentieth Century Development in Qur’ān Exegesis.” In *Approaches to the Qur’ān*, edited by G. R. Hawting and Abdul-Kader A. Shareef, 211–24. London: Routledge, 1993.

Neuwirth, Angelika. “Qur’an and History—A Disputed Relationship: Some Reflections on Qur’anic History and History in the Qur’an.” *Journal of Qur’anic Studies* 5, no. 1 (2003): 1–18.

Neuwirth, Angelika. *The Qur'an and Late Antiquity: A Shared Heritage*. Translated by Samuel Wilder. Oxford: Oxford University Press, 2019.

Rahman, Fazlur. *Islam and Modernity: Transformation of an Intellectual Tradition*. Chicago: University of Chicago Press, 1982.

Rahman, Fazlur. *Major Themes of the Qur'an*. Minneapolis: Bibliotheca Islamica, 1980.

Rippin, Andrew. "The Function of *Asbāb al-Nuzūl* in Qur'ānic Exegesis." *Bulletin of the School of Oriental and African Studies* 51, no. 1 (1988): 1–20.

Saeed, Abdullah. *Interpreting the Qur'an: Towards a Contemporary Approach*. London: Routledge, 2006.